عقیدہ الولاء والبراء

(ماخوذ)

30

مکتبہ عمر
MAKTABA E UMAR

اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر جان کی بازی لگانے والے ابطال کے قلم سے لکھے گئے تلخ وشیریں، سنہرے الفاظ سے بھرپور مضامین کا سلسلہ بعنوان
نورِ ھدایت

نور ھدایت
NOOR E HIDAYAT

https://t.me/nooraihidayat
https://t.me/maktabaumar
https://t.me/umarmedia20

عقیدہ الولاء والبراء'' یعنی اللہ ہی کے لئے دوستی اور اور اللہ ہی کے لئے دشمنی ''شریعت اسلامی کے اُن بنیادی اور حساس عقائد میں سے ہے کہ جس کے برخلاف چلنے والاباوجود اس کے کہ وہ عبادات و شعائر اسلام کی پابندی کرتاہو، دائرہ اسلام سے خارج ہوجاتاہے۔

اس حوالے سے مسلمانوں کا پہلے طبقے کو اللہ اپنی حفظ و امان میں رکھے کہ وہ تو ہر دم کفار و مشرکین اور یہود ونصاریٰ سے دوستی کے لئے دوڑتا پھرتا ہے اور ''آئمۃ المضلّین''اُن کے اس فعل کو ''عین اسلام'' قرار دینے کے لئے مختلف حیلے بہانے تراش کردیتے رہتے ہیں۔ اسی طرح مسلمانوں کا دوسرا سادہ لوح طبقہ تو یہ جانتا ہی نہیں کہ عقیدہ الولاء والبراء کس شے کا نام ہے ؟اور نہ ہی اس طبقے کو یہ بات سمجھانے کی کوشش کی جاتی ہے بلکہ اُس کو چھپایا جاتا ہے ،کہیں بڑے بڑوں کی اسلام سے ہمدردی اور غمخواری کا پول نہ کھل جائے! مگر حیران و پریشان کرنے والی ہے یہ بات کہ مسلمانوں کا وہ طبقہ جو اسلام کی کچھ شد بد رکھتا ہے اور اسلام کے مکمل نظام حیات سے اور آفاقی تعلیمات سے آگاہ ہے اور ان کے علاوہ بھی بہت سے مخلص اہل علم بھی عقیدہ الولاء والبراء سے قطعاً نا آشنا ہیں حالانکہ یہ بات عرض کی گئی ہے کہ یہ اسلام کے بنیادی اور حساس عقائد میں سے ہے۔

یہی وجہ ہے کہ''آئمۃ المضلّین''کا گروہ چاہتا ہے کہ مسلمانوں کے یہ تینوں طبقے اس عقیدے سے ناواقف اور لاعلم رہیں کیونکہ اسی میں اُن کی بھی اور اُن حکمرانوں کے لئے بھی عافیت ہے جوکہ واضح طور پر یہود و نصاریٰ سے دوستی اور وفاداری نبھاتے ہیں اور اہل ایمان کے خلاف یہودو نصاریٰ کو ہر طرح کی مدد ونصرت کرتے ہیں ،اُن کے لئے جاسوسی کرتے ہیں،ان کولاجسٹک سپورٹ فراہم کرتے ہیں ،مسلمان مردوعورتوں کو پکڑ پکڑ اُن کے حوالے کرتے ہیں ۔شاید یہی وجہ ہے کہ رسول اللہﷺنے فرمایا تھا:

((یَکُوْنُ عَلَیْکُمْ اُمَرَاءُ ھُمْ شَرٌّ مِّنَ ا لْمَجُوْسِ)) عن ابن عباسؓ رواہ الطبرانی واسنادہ صحیح،مجمع الزوائد:الجزء الخامس ،رقم الحدیث ۱۸۹۳۔

''تم پر ایسے لوگ حاکم بنیں گے جو مجوسیوں (آتش پرستوں)سے بھی بد تر ہوں گے''۔

چنانچہ ضرورت اس بات کی ہے کہ نہ صر ف عقیدہ الولاء والبراء کو خود سمجھا جائے بلکہ اس کو امت مسلمہ میں بڑے پیمانے پر عام کیا جائے ۔یہاں پر ہم اس حوالے سے کچھ اہم فتاویٰ و اقوال آیاتِ قرآنی اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں نقل کرتے ہیں تاکہ بات دو اور دو چار کی طرح واضح ہوجائے۔''نواقضِ اسلام ''میں آٹھواں یہ ہے کہ:

''آٹھویں بات جس سے آدمی کافر ہوجاتا ہے وہ ہے مشرکوں کی نصرت اور پشت پناہی یا مسلمانوں کے خلاف اُ ن کا معاون یا حلیف بننا''۔

عقیدہ الولاء والبراء قرآن کریم کی روشنی میں :

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَھُوْدَ وَ النَّصٰرٰی اَوْلِیَآء بَعْضُھُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ وَ مَنْ یَّتَوَلَّھُمْ مِّنْکُمْ فَاِنَّہٗ مِنْھُمْ اِنَّ اللّٰہَ لاَ یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ۔

''اے اہل ایمان !یہود ونصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔یہ تو آپس میں ہی ایک دوسرے کے دوست ہیں ۔تم میں سے جو بھی ان میں سے کسی سے دوستی کرے گا وہ بے شک انہی میں سے ہے ۔بے شک اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہرگز ہدایت عطا نہیں فرماتا''۔

امام ابن جریر طبریؒ مذکورہ آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں :

''ہمارے نزدیک یوں کہنا زیادہ مناسب اور درست ہے کہ اللہ رب العزت نے تمام مسلمانوں کومنع کیا ہے ۔اس بات سے کہ وہ یہودیوں اور عیسائیوں کواپنے حمایتی ،مددگار اور حلیف بنائیں،ان مومنوں کے خلاف جو اللہ تعالیٰ پر اور اس کے آخری رسول جناب محمد ﷺپر ایمان رکھتے ہیں ۔اللہ تعالیٰ نے اس بات سے بھی خبردار کیا ہے کہ جو مسلمان اللہ تعالیٰ ،اس کے رسول ﷺکواور مومنوں کو چھوڑ کر ان کافروں کو اپنا حمایتی ،مددگار اور دوست بنائے گا تو اس کے نتیجے میں وہ ان یہودیوں اور عیسائی کافروں کی جماعت کا ہی فرد گردانا جائے گا ۔گویایہ شخص اللہ رب العالمین ،رسول اللہﷺاور مومنوں کے مدمقابل کافروں کی جماعت کا ایک کارکن ہوگا۔اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺاس سے کلیتاً بیزار اور لاتعلق ہوں گے۔'' تفسیر الطبری:۲۷۶/۶،۲۷۷۔

مشہور مفسر قرآن امام قرطبیؒ سورۃ المائدۃ کی آیت :۵۱ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

''اللہ تعالیٰ کے فرمان(وَ مَنْ یَّتَوَلَّھُمْ مِّنْکُمْ)کا مطلب ہے کہ''یُعَضِّدُھُمْ عَلَیْ الْمُسْلِمِیْن''یعنی جو شخص بھی مسلمانوں کے خلاف کافروں کو قوت ،طاقت اور ہر طرح کی(لاجسٹک)مدد فراہم کرتا ہے تو(فَاِنَّہٗ مِنْھُمْ)وہ انہی میں سے شمارکیا جائے گا ۔گویا اللہ رب العزت نے بڑی وضاحت سے فرمادیا ہے کہ اس کے ساتھ وہی رویہ برتاجائے گا جو ان یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ برتا جائے گا ۔وہ شخص کسی مسلمان کے مال میں وراثت کا حقدار بھی نہیں ٹھہرے گانہ اس کے مرنے کے بعد اس کا مال مسلمان وارثوں میں تقسیم ہوگا۔اس لیے کہ وہ مرتد ہوچکا ہے یہ بھی ذہن نشین رہے کہ یہ حکم تاقیامِ قیامت جاری وساری ہے۔'' تفسیر القرطبی:۷۱۲/۶۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْآ اٰبَآءَکُمْ وَ اِخْوَانَکُمْ اَوْلِیَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْکُفْرَ عَلَی الْاِیْمَانِ وَ مَنْ یَّتَوَلَّھُمْ مِّنْکُمْ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ التوبۃ:۲۳۔

''اے ایمان والو!اپنے باپو ں کو اور اپنے بھائیوں کو دوست نہ بناؤ اگر وہ کفر کو ایمان سے زیادہ عزیز رکھیں ۔تم میں سے جو بھی ان سے

محبت رکھے گا وہ پورا گنہگار (ظالم)ہوگا''۔

علامہ قرطبیؒ مذکورہ آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں :

''قرآن مجید کی مذکورہ آیت کے آخری حصہ(وَ مَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ)کے بارے میں مفسر قرآن سیدنا عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ اس کا کیا مطلب ہے :

((هُوَ مُشْرِكٌ مِثْلُهُمْ ، لِاَنَّ مَنْ رَضِيَ بِالشِّرْكِ فَهُوَ مُشْرِكٌ)) تفسیر القربی:۸/۹۳-۹۴، تفسیر فتح القدیر للشوکانی:۱/۵۲۹ ، تفسیر أبی سعود:۲/۲۴۶۔

''جوکسی کافر ومشرک سے دوستی کرے گا وہ ان کی طرح کا ہی مشرک ہوگا ،اس لیے کہ جو شرک کو پسند کرتا ہے وہ بھی مشرک ہوتا ہے۔''

علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں :

''اسلام کا اصول ہے کہ((الرِّضَاءُ بِالْكُفْرِ كُفْرٌ))یعنی'' کفر کو پسند کرنا بھی کفر ہے''۔ تفصیل کے لئے دیکھئے تفسیر القرطبی:۵/۴۱۷،۴۱۸۔

فضیلۃ الشیخ سلیمان بن عبداللہ (آل شیخ)ؒ سورۃ محمدکی آیت۲۶ کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں:

''مقام غور وفکر ہے کہ جب اللہ کی شریعت کو ناپسند کرنے والے کافروں سے بعض باتوں میں اطاعت گزاری کا یقین دلانے والوں کو اللہ رب العزت نے کافر کہا ہے ،حالانکہ وہ ابھی صرف زبانی یقین دلارہے ہیں عملاً کچھ نہیں کررہے ۔توجولوگ اللہ کی نازل کردہ شریعت کو ناپسند کرنے والے مشرکوں سے مکمل طور پر موافقت کرتے ہیں ،اطاعت گزاری کا یقین دلاتے ہیں اور عملاً کافروں کے حق میں کاروائیاں بھی کرتے ہیں توکیا ان کے کافر ہونے میں کوئی شک وشبہ باقی رہ جاتا ہے ؟'' الرسالة الحادية عشرة من مجموعة التوحيد:۲۴۶،۲۴۷۔

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً وَ يُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ وَ اِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ آل عمران:۲۸۔

''مومنوں کو چاہیے کہ ایمان والوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں اور جو کوئی ایسا کرے گا وہ اللہ کی حمایت میں نہیں ،مگر یہ کہ ان کے شر سے کسی طرح بچاؤ مقصود ہو۔اور اللہ تعالیٰ خود تمہیں اپنی ذات سے ڈرا رہا ہے۔اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے''۔

مذکورۃ الصدر آیت کی تفسیر میں شَيْخُ التَّفْسِيْرِ وَالْمُفَسِّرِيْنِ امام ابن جریر طبریؒ رقمطراز ہیں :

''اس آیت کریمہ کا معنی ومفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کومنع کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ کافروں کو اپنا حمایتی اور مددگار نہ بناؤ۔وہ اس طرح کہ ان کے دین ومذہب کی بنیاد پر ان سے دوستیاں رچانے لگ جاؤ،مسلمانوں کو چھوڑ کر مسلمانوں کے خلاف کافروں کی مدد کرنے کے درپے ہوجاؤاور کافروں کومسلمانوں کے خفیہ راز اور معلومات فراہم کرنے لگ جاؤ۔جو شخص ایسا رویہ اختیار کرے گا (فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ)یعنی اس طرح کرنے سے وہ اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ اس سے لاتعلق ہوجائے گا۔اس وجہ سے کہ وہ اسلام سے مرتد ہوچکا ہے اور کفر میں داخل ہوچکا ہے۔'' تفسیر الطبری:۶/۳۱۳، نیز دیکھیے تفسیر القرطبی :۴/۵۷۔

تقیہ سے مراد:

بعض نام نہاد دانشور مذکورہ بالا آیت میں مذکورالفاظ ''الاان تتقوا''کی آڑ لیتے ہوئے حکمرانوں کے کے لئے یہ دلیلیں گھڑ کر دیتے ہیں کہ ہم تو مجبور ہیں اور یہ کہ ہم تو کافروں کے شر سے بچنے کے لئے اُن کا ساتھ دے رہے ہیں،اور پھر وہ کافروں کے ہم رکاب ہوکر اہل ایمان سے جنگ کرتے ہیں ،اُن کا قتلِ عام کرتے ہیں اور اُن کافروں کے ساتھ ہر طرح کی مدد اور تعاون کرتے ہیں ۔''تقیہ''یہ مطلب ہر گز نہیں کہ اس کی آڑ میں کافروں سے محبت اور دوستی شروع کردی جائے ،یا تقیہ کی آڑ میں کافروں کے کفریہ اورباطل عقائد و نظریات کو اختیار کرنا شروع کردیا جائے ،یا تقیہ کی آڑ لیتے ہوئے کافروں کے پروگراموں ،ایجنڈوں ،اقدامات (Missions)کوبھی درست قرار دے دیاجائے اورنہ ہی تقیہ کایہ مطلب ہے کہ کافروں کے اتحادی بن کر مسلمانوں کے خلاف جنگ میں شمولیت اختیار کرلی جائے۔جس شخص نے تقیہ کا یہ مطلب سمجھا ہے ۔اس نے دین اسلام میں ایسی بات سمجھی اور کہی ہے جس کا فتنہ وفساد کوئی ڈھکا چھپا نہیں ہے۔جان لیجئے کہ یہ نظریہ رکھنا بالکل قرآن و حدیث کے بالکل خلاف ہے چنانچہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے امام سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عباس فرمایا کرتے تھے:

((لَيْسَ التَّقِيَّةُ بِالْعَمَلِ اِنَّمَا التَّقِيَّةُ بِاللِّسَانِ)) تفسیر ابن کثیر:۱/۲۵۷۔

''(اگر کافروں کی شرارت کے خوف سے)بظاہر دوستی کا اظہار کرنا پڑہی جائے تو وہ صرف قول وگفتار کی حدتک ہو،کسی عمل وکردار سے نہ ہو۔''

اسی طرح عبداللہ بن عباس کے اس حوالے سے مزید قول ملتے ہیں :

((اِنَّمَا التَّقِيَّةُ بِاللِّسَانِ)) تفسیر ابن کثیر:۱/۲۵۷۔

''تقیہ (کافروں کے کے ساتھ بظاہر دوستی کا اظہار)صرف زبان کی حد تک جائز ہے۔(نہ کہ عملی کاروائیوں سے)''

((هُوَ أَنْ يَّتَكَلَّمَ بِلِسَانِهٖ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ وَ لَا يَقْتُلْ وَ لَا مَاْثَمًا)) تفسیر القرطبی:۴/۵۷۔

''تقیہ اس کو کہتے ہیں کہ کوئی مسلمان شخص کفار کے شر سے بچنے کے لیے اپنی زبان سے کوئی ایسی بات کہہ دے جس سے بچاؤ ممکن ہو۔اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو۔تقیہ کرتے وقت نہ

MAKTABA E UMAR

توکسی مسلمان کو قتل کرنا جائز ہے نہ ہی کسی گناہ کا ارتکاب کرنا جائز ہے۔''

عوف اعرابیؒ جناب حسن بصریؒ سے تقیہ کے بارے میں نقل کرتے ہیں :

''التَّقِيَّةُ جَائِزٌ لِلْمُوْمِنِ اِلٰی يَوْمِ الْقِيَامَةِ اِلَّا اَنَّہٗ كَانَ لَا يُجْعَلُ فِی الْقَتْلِ تَقِيَّة'' فتح الباری:۳۱۴/۱۲،کتاب الاکراہ ، الحدیث:۶۹۴۰۔

''تقیہ کرنے کی سہولت اور اجازت مومن کے لیے قیامت تک باقی ہے۔مگر کسی خونِ ناحق میں تقیہ کرنا جائز نہیں ہے۔''

لہٰذا شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

''کوئی شخص کسی مسلمان کو ''دین اسلام ''پرچلنے کی بنیاد پر قتل کردیتا ہے جیسا کہ عیسائی مسلمانوں سے ان کے دین اور تہذیب کی بنیاد پر ہی جنگ کرتے ہیں تو ایسا شخص کہ جو محض دین اسلام کی بنیاد پر کسی مسلمان کو قتل کرے وہ ''کافر ''ہے۔دین اور تہذیب کی بنیاد پر کسی مسلمان کو قتل کرنے والا کافر ،اس کافر سے زیادہ خطرناک ہے جس کے ساتھ جنگ نہ کرنے کا باہمی عہد وپیمان طے کیا ہوا ہو۔ اس قسم کا کافر بالکل ان کافروں کی طرح ہی سمجھا جائے گاجو جناب محمدﷺاور آپ کے صحابہ کے ساتھ جنگ وقتال کیا کرتے تھے ۔اس قسم کے کفار ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے جس طرح دیگر کافروں کا یہی حکم ہے کہ وہ جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے

مکتبہ عمر
MAKTABA E UMAR